سوال

(773) ظہر کی نماز سے رہ جانے والا اگر عصر کی باجماعت نماز میں شامل ہو تو...؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

(۱) اگر ظہر کی نماز رہ جائے اور مسجد میں آدمی اس وقت پہنچے جب عصر کی جماعت ہو رہی ہو تو کیا وہ پہلے ظہر کی نماز ادا کرے گا یا جماعت کے ساتھ شامل ہو کر نماز عصر ادا کرے گا اور اس کے بعد نماز ظہر ادا کرے گا اس طرح حدیث '

لَاصَلٰوۃَ بَعدَ العَصرِ (سنن ابن ماجہ ،بَابُ النَّھیِ عَنِ الصَّلَاۃِ بَعدَ الفَجرِ وَبَعدَ العَصرِ ،رقم : ۱۲۴۹) کے خلاف تو نہ ہو گا؟

(۲)...اگر کسی شخص کی نماز مغرب رہ گئی ہے اور جب مسجد میں پہنچا تو عشاء کی جماعت ہو رہی ہو۔ تو کیا وہ پہلے نماز مغرب ادا کرے گا یا جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے گا؟ اور وِتر ادا کرنے کے بعد نماز مغرب ادا کرے گا۔ اس طرح 'لَاصَلَاۃَ بَعدَ الوِترِ' کے خلاف تو نہیں ہو گا؟ ہمارے ہاں اس بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔

1۔ پہلے نماز مغرب پڑھے پھر جماعت میں شامل ہو، وہ نماز مسجد میں پڑھ لے یا گھر جا کر پڑھے پھر مسجد میں آجائے۔ اس طرح اگر مسجد میں پڑھے گا تو امام کی آواز آئے گی اور نماز نہ ہو گی۔ اگر گھر جائے گا تو عشاء کی جماعت ختم ہو جائے گی اور جماعت کے ثواب سے محروم ہو گا۔

2۔ پہلے جماعت میں شامل ہو اور سنتوں سے فارغ ہو کر وتروں سے پہلے نماز مغرب ادا کرے اور پھر وِتر ادا کرے۔ اس طرح نماز عشاء کی ترتیب ٹوٹ جائے گی۔

3۔ نماز عشاء مکمل ادا کرنے کے بعد نماز مغرب کی قضاء دے۔ کیا اس طرح ''لَاصَلٰوۃَ بَعدَ الوِترِ'' کے خلاف نہ ہو گا؟ کیونکہ وہ نماز فرضی تھی اور وہ اگلے دن سورج نکلنے سے پہلے ادا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ 'لَاصَلٰوۃَ بَعدَ صَلٰوۃِ الفَجرِ'" (صحیح مسلم ،بَابُ الأَوقَاتِ الَّتِی نُھِیَ عَنِ الصَّلَاۃِ فِیھَا ، رقم :۸۲۷) سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیا اسے یقین ہے کہ وہ اتنا وقت زندہ رہ سکے گا؟

جناب محترم! ان تین اقوال میں سے کون سا قول اقرب الی السنۃ ہے؟ اور اگر اس سے بہتر کوئی حل ہو تو بیان فرما کر احسان فرمائیں!

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایسی حالت میں مقتدی پہلے عصر کی نماز ادا کرے۔ بعد میں ظہر پڑھے۔ حدیث میں ہے:

'إِذَا أُقِیمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ إِلَّا الَّتِی أُقِیمَت ۔' (مسند احمد، رقم :۸۶۲۳) ، شرح مشکل الآثار للطحاوی ، رقم : ۴۱۲۹، ۴۱۲۸، وقال الشوکانی فی ''نیل الأوطار'' قال العراقی : (إسنادہ حسن)

یعنی ''جب اقامت ہوجائے توکوئی نماز نہیں مگروہی جس کی اقامت ہوئی ہے۔''

جہاں تک اس پر اعتراض کا تعلق ہے، کہ عصر کے بعد ظہر کی نماز پڑھنے میں بعض قباحتیں نظر آتی ہیں۔ مثلاً حدیث 'لَاصَلٰوۃَ بَعدَ العَصرِ' کے منافی ہے۔ دوسرا، ترتیب معکوس ہوجاتی ہے۔ سو اس اِشکال کا جواب یوں ہے، کہ شرع میں فوت شدہ نماز کا کوئی وقت متعین نہیں۔ حسبِ توفیق قطع نظر ممنوعہ اوقات کے ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ مزید آنکہ رسول ا صلی اللہ علیہ وسلم سے عصر کے بعد ظہر کے نوافل کی قضائی بھی ثابت ہے، اور فجر کے فرائض کے بعد پہلی دو رکعتیں پڑھنے کا جواز بھی منقول ہے۔ جب ممنوع وقت میں نوافل کی قضائی دی جاسکتی ہے تو فوت شدہ فرضوں کی قضاء بطریقِ اَولیٰ جائز ہونی چاہیے۔ دوسرا، ترتیب کا اہتمام وہاں ہوگا، جہاں کوئی عارضہ (رکاوٹ) لاحق نہ ہو۔ زیرِبحث محل و مقام میں مذکور حدیث کی بناء پرپہلے حاضر نماز ادا کی جائے۔ پھر فوت شدہ۔ اسی طرح مغرب کی نماز بھی عشاء کے فرضوں کے بعد اور وتروں سے پہلے ادا کی جائے تاکہ وِترات کی آخری نماز بن سکیں۔ ''صحیح مسلم میں حدیث ہے:

'اِجعَلُوا آخِرَ صَلٰوتِکُم بِاللَّیلِ وِترًا' (صحیح مسلم، بَابُ صَلَاۃُ اللَّیلِ مَثنَیٰ مَثنَیٰ، وَالوِترُ رَکعَۃٌ مِن آخِرِ اللَّیلِ، رقم: ۷۵۱، سنن ابی داوٗد، رقم: ۱۴۳۸)

یعنی رات کی آخری نماز وِتر بناؤ۔

آپ کے درج کردہ الفاظ قریباً اسی حدیث کا مفہوم ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ عشاء کے فرض اور وِتر میں ترتیب ضروری نہیں بلکہ رات کی ساری نماز سے وتروں کو مؤخر کرنا ہی اَفضل الامور ہے۔

اس مقام پر علماء کا دوسرا گروہ اس بات کا بھی قائل ہے، کہ عصر اور عشاء کے امام کی اقتداء میں بالترتیب ظہر اور مغرب کی نیت بھی ہو سکتی ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک دونوں طرح اختیار ہے۔ ان کے پیشِ نظر بھی بعض دلائل ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ ایک تو ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ دوسرا اگر کوئی شخص اس حالت میں مَرجائے تو فوت شدہ نماز کے بارے میں ذمہ دار ٹھہرے گا، جب کہ حاضر فرض ساقط ہوجائے گا۔ ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس طرح انسان مکروہ وقت میں قضائی سے بھی بچ جاتا ہے۔ جو مستحسن فعل ہے۔

لہٰذا عصر کے امام کی اِقتداء میں ملنے والا پہلے ظہر پڑھے پھر عصر کی نماز ادا کرے گا اور عشاء کے امام کی اقتداء میں مغرب کی تیسری رکعت میں تشہد بیٹھ جائے۔ جب امام عشاء کی چوتھی رکعت سے فارغ ہو تو اس کے ساتھ اکٹھے سلام پھیرے یا پہلے ہی سلام پھیر کر اپنے کو فارغ کرلے۔ لیکن اس میں امام کی مخالفت لازم آتی ہے جو درست بات نہیں۔

اس طرح پہلے قول پر تعمیل کی صورت میں مذکورۃ الصدر حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے اور گھر لوٹ کر نماز پڑھنے سے اپنے کو جماعت کے اجر و ثواب سے محروم کرنا ہے، جو عاقل فہیم کے شایانِ شان نہیں۔ تیسرے قول میں بھی جواز کا پہلو غالب ہے، کیونکہ فوت شدہ نماز کی قضائی کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ ہر وقت دی جا سکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

'فَاِذَا سَہَی اَحَدُکُم عَن صَلٰوۃٍ، فَلیُصَلِّہَا حِینَ یَذکُرُہَا، وَمِنَ الغَدِ لِلوَقتِ' (سنن اَبِی داوٗد، باب مَن نَامَ عَن صَلَاۃٍ اَو نَسِیہَا، رقم: ۴۳۷، سنن الترمذی، بَابُ مَا جَائَ فِی النَّومِ عَنِ الصَّلٰوۃِ، رقم: ۱۷۷)

صاحب ''العون'' رقمطراز ہیں:

'مَعنَاہُ اَنَّہٗ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ الفَائِتَۃَ حِینَ یَذکُرُہَا فَاِذَا کَانَ الغَدُ یُصَلِّی صَلٰوۃَ الغَدِ فِی وَقتِہَا المُعتَادِ' (۱/۱۶۸)

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے، کہ فوت شدہ نماز جب بھی کسی کو یاد آئے پڑھ لے اور دوسرے دن اپنے مقررہ وقت پر پڑھنی چاہیے۔''

سوال کے اخیر میں آپ کے مقرر کردہ مفروضے کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ شرع میں قضائی کا جواز ہر وقت موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو! کتاب ''صلوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' تعلیقات حافظ عبدالروف ص (۳۵۰، ۳۵۱) اور فتاویٰ اہلحدیث (۳/۶۱)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ : صفحہ :653

محدث فتویٰ